انجم مبین

استاد شعبہ اردو،

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

امین راحت چغتائی کی غزل گوئی (بام اندیشہ کے حوالے سے)

Anjum Mubeen
Lecturer, Urdu Department,
National University of Modern Languages, Islamabad

A Study of Amin Rahat Chughtai's Ghazal

Amin Rahat Chughtai's literary career spans over about half a century. He is a significant poet, critic and researcher. In academic and literary circles he is known for hs individuality. He is most known for his poetry. Baam-e- Andesha is his collection of ghazals. This book was published in 2008. The internal and exteranal structure of Amin Rahat's ghazal is related to the tradition. In addition to tthe conventional topics Amin Rahat's ghazal deals with all aspects of life including an expression, universal sorrow, the problems of migration on man's helplessness, every topic deals with lack of confidence, chaos, covert behaviour and sense of feeling. He has great command over language. His ghazal is simple and reflects profound sense of social facts.

امین راحت چغتائی ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۰ء میں برما (رنگوں) میں پیدا ہوئے۔ آبائی تعلق سہارنپور انڈیا سے تھا۔ بعدازاں والدین کے ساتھ راولپنڈی میں مقیم ہو گئے۔ تعلیم لاہور اور راولپنڈی سے حاصل کی۔ ابتدا میں وکالت کے شعبے سے منسلک ہوئے۔ وکالت سے فطری لگاؤ نہ ہونے کے باعث جلد ہی صحافت کے شعبے سے وابستہ ہو گئے اور مختلف اخبارات و رسائل کی ادارت کرتے رہے اردو صحافت میں اپنا نام پیدا کرنے میں کامیاب رہے۔ کیونکہ لکھنے لکھانے کا کام ان کی طبع موزوں سے مطابقت رکھتا تھا۔

اصل نام مرزا محمد امین بیگ ہے راحلت تخلص کرتے تھے۔ امین راحت چغتائی ایک اہم شاعر، نقاد اور محقق ہیں۔ علمی و ادبی حلقوں میں امین راحت کسی تعارف کے محتاج نہیں بلکہ انھیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کا ادبی سفر تقریباً نصف صدی پر محیط ہے۔ اس دوران انھوں نے شاعری اور تنقید نگاری کے حوالے سے بہت کام کیا۔ انھوں نے ہر صنف میں فنی پختگی، علمیت اور مہارت کا ثبوت دیا۔ ان کی زندگی اور فن کے حوالے سے متعدد مضامین تحریر کیے جا چکے ہیں۔ علاوہ ازیں نعت گوئی، قرآن و سنت اور سائنسی مظاہر کے حوالے سے امین راحت کے اپنے مضامین اہمیت کے حامل ہیں۔ بہر حال

شاعری امین راحت کا اہم ترین اور مستند حوالہ ہے۔

ہمارا موضوع بحث امین راحت کی غزل بام اندیشہ کے حوالے سے ہے۔''غزل ہماری اردو شاعری کی اور اہم اور معتبر ترین روایت سمجھی جاتی ہے۔اس کے بغیر اردو شاعری روکھی پھیکی اور بے روح سمجھی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ کسی نے اسے لطیف ترین صنف شاعری تو کسی نے''روح شاعری''اور کسی نے''عطر سخن''تو کسی نے انتہاؤں کی انتہا جیسے القابات سے تعبیر کیا ہے۔''(۱)

غزل وہ صنف ہے جس میں ابتدا سے لے کر آج تک تقریباً ہر شاعر نے طبع آزمائی کی ہے۔اسی سلسلے کی اہم کڑی امین راحت چغتائی کی غزل بھی ہے۔امین راحت ہمہ گیر شخصیت کے مالک ہیں۔امین راحت چغتائی کے اب تک تین شعری مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔

بھید بھنور:۱۸۸۴ء:نظم اور غزل

بام اندیشہ:۲۰۰۸ء:غزلوں کا مجموعہ

ذرا بارش کو تھمنے دو: مجموعہ نظم ۲۰۱۱ء

مجموعہ بھید بھنور کے بعد ان کا دوسرا بامِ اندیشہ کے نام سے ۲۰۰۸ء میں منظر عام پر آیا۔اس مجموعے میں صرف غزلیں شامل ہیں۔گویا امین راحت کی شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے دونوں مجموعوں کے درمیان طویل وقفے کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے ورنہ ان کی شاعری کا تجزیہ کرنا مشکل ہوگا۔

دونوں مجموعوں کے درمیان ۲۴ سال کا وقفہ ہے۔اتنے طویل وقت میں شاعر عمر اور جسم کے ساتھ علم، تجربے اور مشاہدے کا بھی طویل سفر طے کرتا ہے۔شعور اور پختگی کی کئی منازل طے کرتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ ایک حساس اور ذہین انسان ہونے کے ناطے ایک شاعر عقل وشعور کی تبدیلیوں سے کچھ زیادہ ہی گزرتا ہے۔ان کی شاعری کو ان ادوار کے تناظر میں دیکھا جائے تو بھید بھنور کے مقابلے میں بام اندیشہ ان کی پختگی شعور کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جیسا کہ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا رقم طراز ہیں:

> ''بھید بھنور کی غزلیات میں جوانی کے جذبات کی حدت وشدت موجود ہے۔جب کہ بام اندیشہ میں سورج افق کے قریب پہنچ رہا ہے اور اس کی روشنی سے بام ودر بدستور روشن ہیں لیکن تپش کم ہو کر زیادہ جاذب نظر ہوگئی ہے۔''(۲)

امین راحت چغتائی کی غزل کا جائزہ لیتے ہوئے اسے دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔جہاں تک فنی وفکری جائزے کا تعلق ہے تو اس میں شاعری کی ساخت سے متعلق مباحث شامل ہوتے ہیں۔جن کی مدد سے کسی شاعر کے ذہنی عمل اور فنی صلاحیتوں کا سراغ لگایا جاتا ہے۔مثلاً غزل کے حوالے سے ہم مصرعوں کے دروبست مختلف مصرعوں میں مضامین کے ربط اور تعلق اور مصرعوں کی ساخت میں ہم تلازمات کے نظام کے مطالعے وغیرہ کو شامل کرتے ہیں۔اس کے علاوہ غزل میں آہنگ

کے شعور کو مدنظر رکھتے ہوئے شاعر کے ہاں آہنگ کے شعور تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔شاعر کی غزل میں قواعد کا انتظام اس کی غزل کے اندرونی اور خارجی ڈھانچے کو متعین کرتا ہے۔یہ مطالعہ فنی وفکری اعتبار سے غزل میں ہر شاعر کے ہاں لسانی تجربات کو ظاہر کرتا ہے۔پھر شاعر کی غزل کا مجموعی ڈھانچہ بھی اس کے فنی شعور سے تشکیل پاتا ہے۔فنی جائزے سے مراد یہ بھی ہے کہ شاعر اپنی غزل میں عروضی نظام کی پابندی کس طرح کرتا ہے۔

ان خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم امین راحت کا ''بام اندیشہ'' کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی غزل کی بے شمار خصوصیات سامنے آتی ہیں۔امین کے ہاں مصرعوں کا دروبست استادانہ ہے۔تلازمات کا نظام روایتی ہونے کے باوجود پختہ کاری کو ظاہر کرتا ہے۔امین کی غزل میں آہنگ کا شعور ہموار اور یکساں نہیں۔ وہ کبھی بہت بلند آہنگ مصرعہ کہتے ہیں اور کبھی بہتے پانی کی طرح سبک رو یہ بات ان کے ہاں غزل کے فن پر تسلط کی دلیل بھی ہے۔

وہ دیکھنے میں تو جاہ و جلال رکھتا ہے
مگر عروج میں اپنا زوال رکھتا ہے
احد احد نہ پکارے گا پھر وہ کیوں راحت
جو زیر سنگ شعور بلال رکھتا ہے

(بام اندیشہ:ص۱۲۶)

امین کی غزل میں روایتی شاعری کی واضح گونج سنائی دیتی ہے۔ان کے ردیف اور قوافی میں یہ جھلک نمایاں ہے۔ذخیرہ الفاظ قوافی اور ردیفیں سب روایت کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔

ہم چلے آئے تھے خود ہی موجہ طوفاں تلک
ورنہ کون آتا ہے ہم سے بے سروساماں تلک
وہ سفینوں کے ہمیشہ ناخدا بنتے رہے
جستجو منزل کی وہ بھی سرحد امکاں تلک

(بام اندیشہ:ص۱۵۶)

اس شعر میں ردیف تو ایک طرف تلازمات کا نظام بھی روایت کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔سفینہ، ناخدا اور طوفان ایک ہی تصور کے مختلف تلازمے ہیں۔

امین کی غزل کا اندرونی و باطنی ڈھانچہ بھی قابل توجہ ہے۔انھوں نے غزل کے مزاج کو روایت سے ہٹ کر قبول نہیں کیا۔شاعری میں اور خاص طور پر غزل میں ان کے لسانی تجربات فنی پہلو کی بنیاد بنتے ہیں۔ان کی ابتدائی غزلوں میں ایسا کوئی لسانی تجربہ ظاہر نہیں ہوتا جو ان کے ہاں تصورات کے نئے رشتے پیدا کرتا ہو۔مام اندیشہ کی آخری غزلوں میں کچھ اشعار ایسے ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ روایتی ڈگر سے بلند ہو کر کچھ انفرادی تجربات سے بھی گزر رہے ہیں۔

بھیگے بھیگے سے لبوں کا جو جمال جاں فزا
برگ گل بھی دیدنی جب تلک نم شبنم ہے

(بام اندیشہ:ص ۳۱۸)

لسانی تجربات میں وہ غزلیں بھی قابل ذکر ہیں۔جن کے ردیف اور قوافی ان کی عام غزلوں سے ہٹ کر ہیں۔

ہر گھڑی سوچ میں گم رہتے ہیں بیٹھے بیٹھے
ہم بھی کیاروگ لگا بیٹھے ہیں بیٹھے بیٹھے
لوگ اٹھ اٹھ کے بہرطور ہمیں پوچھتے ہیں
وہ نگاہوں سے جو کہہ دیتے ہیں بیٹھے بیٹھے

(بام اندیشہ:ص ۳۱۹)

ایک اور غزل کے چند اشعار:

جن کے دلوں میں تو ہی تو،ان کے بھی دل دکھائے جا
جتنا قریب ہے کوئی اتنا اسے رلائے جا

(بام اندیشہ:ص ۲۹۰)

فنی تجربات کی مثالیں ان غزلوں میں بھی موجود ہیں جن کی لہریں چھوٹی اور مختصر ہیں۔ایک غزل جو باقی صدیقی کے لیے لکھی گئی ہے۔

اتنے حسین ہو دل میں مکیں ہو
گلشن گلشن ایک ہو
دھیان تمھارا کوئی کہیں ہو
برہم ہو کر اور حسین ہو

اس زمرے میں قابل توجہ ہیں۔آخر میں امین راحت کے لسانی تجربات کے نمائندہ چند اشعار بھی ملاحظہ ہوں:

بنانے کو بنالیں آشیاں دور
کہاں ہوگا خیال گل رخان دور
ابھی داغوں میں تابانی نہیں ہے
نہ لے جا مجھ کو یاد رفتگاں دور

(بام اندیشہ:ص ۳۲۶)

اب نہ ہم ہیں نہ گلستان نہ بیاباں کوئی
پھر بھی رہتا ہے ہر لحظہ پشیماں کوئی

دل کے ہر زخم پہ گلشن کا گماں ہوتا ہے
شاید آیا ہے یہ انداز بہاراں کوئی

(بام اندیشہ:ص ۳۲۸)

امین راحت کی غزل کے جائزے سے زبان پر ان کی دسترس پوری طرح واضح ہوتی ہے۔امین راحت کی شاعری میں نادر تشبیہات واستعارات کا استعمال بھی ملتا ہے۔ان کے ہاں استعارے کا استعمال روایتی مفہوم یعنی جذبات کے اظہار کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔راحت کے ہاں جذبات کے اظہار کا عکس بام اندیشہ میں بھید بھنور کے مقابلے میں ذرا مختلف انداز ہے۔

ان کی غزلوں کے فکری جائزے میں تصوف، گردوپیش کے حالات محبت وعشق کا احساس بھی موجود ہے جو ہر چند روایتی اظہار میں مدہم ہو گیا ہے لیکن وہ ایک خاص مقدار میں موجود ہے۔

شاعر عام لوگوں سے نسبتاً حساس ہوتا ہے اور اس کا مشاہدہ بھی عام لوگوں کی نسبت گہرا اور وسیع ہوتا ہے۔پھر الفاظ پر عبور اسے اظہار کے طریقے بھی سکھا دیتا ہے۔امین راحت بھی حقیقت شناس اور حقیقت نگار شاعر ہیں۔اپنے اردگرد کے ماحول سے وابستگی اور معاشرتی رویوں کی عکاسی ان کی شاعری میں نمایاں ہے۔

بہت سکوں سے ہیں اب محافظان کرام
کہ لوگ شب کو بھی رہنے لگے ہیں اب بیدار

(بام اندیشہ:ص ۳۶)

ان کے ہاں انسان کے درمیان اختلاف کا ادراک موجود ہے۔اچھائی کی تلقین کرتے ہیں۔بروں سے نفرت کا درس دیتے ہیں اور اپنی شاعری میں شدید انداز سے نہ سہی ڈھکے چھپے لفظوں میں برائی سے دور رہنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔وہ معاشرتی زندگی کی خامیوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔لیکن چونکہ یہ برائیاں اب عالمی تناظر کا حصہ بن چکی ہیں اور ہمارے معاشروں سرایت کر گئی ہیں۔اس لیے ان کی نفرت میں بھی کلاسیکی طرز اظہار دکھائی دیتا ہے۔امین راحت کے ہاں روایتی موضوعات کے ساتھ ساتھ غزل میں زندگی کے ہر رویے کو خواہ وہ واردات قلبیہ کا اظہار ہو۔غم کائنات ہو ہجرت کے مسائل ہوں۔انسان کی محرومی و بے بسی ہو۔غم ودکھ بے اعتماد وافراتفری ایمائیت وجذبے کا احساس ہر موضوع موجود ہے۔

میں دیکھ دیکھ لاشوں کو تھک چکا راحت
اب آرزو ہے اِن آنکھوں میں کوئی خواب رہے

(بام اندیشہ:ص ۴۰)

پاکستان اپنی ابتدا ہی سے عدم استحکام کا شکار رہا۔سیاست دانوں کی بے حسی، عیاشی، بدعنوانی اور ناعاقبت اندیشی پر امین راحت کا دل خون کے آنسو رویا اور یہ آنسو کچھ یوں صفحہ قرطاس پر بکھرے:

یہ دو دن میں اسے کیا ہوگیا ہے
وہی جو ناخدا تھا اب خدا ہے
اب بے لباس ہونے میں کیا وقت رہ گیا
فاقوں تک آ گئے تیری سلاطینوں میں ہم

(بام اندیشہ:ص۱۶۳)

آمریت اور جبریت پر امین راحت نے بہت کچھ لکھا۔ پھر ہمارا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں تعمیر نو کا کام برسوں پڑا رہتا ہے اور عوام کی ہزار کوششوں کے باوجود شنوائی نہیں ہوتی۔ امین راحت اس پر یوں رقم طراز ہیں:

خاک ہر سو اڑ رہی تھی وادیاں ویران تھیں
وہ چلے آئے تو سارے راستے گل پوش تھے

(بام اندیشہ:ص۱۱۵)

ووٹ کے چکر لگانے والے رہنما کرسی مل جانے پر ان کی بے حسی اور بے اعتنائی کو یوں بیان کرتے ہیں:

روز پھیرتا تھا گلیوں میں راحت یہاں
اب ضرورت پڑی ہے تو ملتا نہیں

(بام اندیشہ:ص۶۰)

بام اندیشہ میں امین راحت کے ہاں شعور کی پختگی کا احساس نمایاں ہے۔ جس سے معاشرتی بے حسی کا شکوہ شہری زندگی میں انفرادیت یا حد سے بڑھی ہوئی خود کفالت اور خود انحصاری کا رجحان جو درحقیقت دوسروں پر عدم اعتماد کی علامت ہے۔ ان بیمار رویوں کا اظہار ان کی شاعری میں نمایاں ہے:

بے سبب کون ملنے آتا ہے
وہ بھی تنہائی کے ستائے تھے

(بام اندیشہ:ص۱۹۶)

ترقی کے اس جدید دور میں ملنے والے تحفے آلودگی اور اس کے ساتھ ساتھ شجر کشی پر بھی امین راحت نوحہ کناں ہیں۔ اس کا اظہار بھی جا بجا کیا ہے۔ لیکن تمام مایوس حالات کے باوجود ایک ذمہ دار شاعر کی طرح امید کی لو کو بجھنے نہیں دیتے۔

ظلمت شب ہے صباح نور کی پیغام بر
ظلم جب حد سے بڑھے تو مسکرانا چاہیے

(بام اندیشہ:ص۳۷)

عشق حقیقی کئی رنگوں میں راحت کے ہاں نمایاں ہے۔ امین راحت اسلامی علوم کے ماہر اور تصوف کے رمز شناس

ہیں۔اس لیے ایک قاری کو ان کی شاعری میں عشق حقیقی کے رنگوں کی تلاش ہوتی ہے اور یہ رنگ ان کے ہاں کچھ اس طرح اظہار پاتا ہے۔

تیری یاد میں جنوں کے قرینے
نہ جھکنے دیا سر کہیں بھی جبیں نے

(بام اندیشہ:ص۲۸۰)

کوئی متحرک حساس اور حقیقت شناس شخص رجعت پسند اور دقیانوسی ملا کے ساتھ مفاہمت نہیں کرسکتا۔اسلامی علوم کے ساتھ امین راحت کی وابستگی اور ان کی روشن نظری انھیں ملا کی منافقت سے مفاہمت پر آمادہ نہیں کرسکی۔امین راحت فلسفے پر بھی دسترس رکھتے ہیں۔فلسفہ ثنویت،فلسفہ ذات وصفات کا عکس ان کے اشعار میں جابجا جھلکتا ہے۔حقیقت و وہم کی بھول بھلیوں کا عکس ان کے ہاں ملتا ہے۔ابتدا میں امین راحت کی شاعری کی پہلی اشاعت بھید بھنور کا ذکر کیا گیا۔بام اندیشہ اس کے ۲۴ سال بعد کی اشاعت ہے۔ظاہر ہے عمر کا اثر انسان کے احساس وجذبات اور عقل وشعور پر ہونا لازمی امر ہے۔یہاں دونوں کتابوں میں ایک ہی موضوع پر شاعر کی سوچ میں فرق کو بیان کر عمر کے فرق سے خیالات کی پختگی کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔

ہلچل مچی ہوئی دل خستہ جاں میں
کیا لوگ آبسے ہیں مقابل مکاں میں

(بھید بھنور:ص۲۸۰)

کوئی آیا نہیں اب تلک بام پر
سامنے آئے ہیں جانے کیسے مکیں

(بام اندیشہ:)

اس شعر میں شہروں میں اجنبیت اور اظہار بے اعتمادی ہے:

داغ بھی مٹ جائیں گے لو زخم تو بھر ہی گئے
یہ بھی کوئی بات ہے سوچو خفا کیوں ہوگئے

(بھید بھنور:ص۱۲۴)

آج وہ یاد بھی نہیں آیا
آج کیوں اپنی آنکھ بھر آئی

(بام اندیشہ:ص۱۲۱)

اس شعر میں شہروں میں اجنبیت اور اظہار بے اعتمادی ہے:

بازار میں دکھا کے جھلک چھپ گیا کہیں
ہم ڈھونڈتے پھرے اسے ایک اک دکاں میں

(بھیدبھنور:ص ۱۲۸)

ڈاکٹرفرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

''امین راحت چغتائی کی غزل کے دودھارے ہیں ایک حیاتی اوردوسرا کائناتی پہلے دھارے کا مشاہدہ بھیدبھنور میں ہو چکا ہے۔بام اندیشہ محوغوروفکر ہے۔''(۳)

امین راحت کی شاعری میں حقیقت شناسی جذبات کی شدت عشق قیام پاکستان سے لے کراب تک کے حالات ومسائل اور پاکستان کو جن جن مسائل کا سامنا کرناپڑا اس کے علاوہ ہمارے معاشرے میں جو خرابیاں یاخامیاں پیداہوئیں۔علاوہ ازیں شہری زندگی کے مسائل جس میں پانی کا فقدان صنعت وحرفت کا پھیلاؤ آلودگی جیسے مسائل حکمرانوں کی بے حسی،لوگوں کی مفاد پرستی جیسے موضوعات کی عکاس ہے۔ان کی شاعری میں اہل وطن کے حساسات وخیالات کی عکاسی ہے۔ان کی شاعری ہماری غزل کی روایت سے وابستہ ہے۔

خواجہ محمد زکریاامین راحت کی غزل کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''ان کی غزل مجموعی طور پرسادہ اوردلنشین ہے۔عدم،سیف،حفیظ،ہوشیاپوری،باقی صدیقی،ناصر کاظمی،احمدفراز اوراحمد مشتاق نے جدیدغزل میں جس طرز کورواج دیااوراسے بیک وقت خواص وعوام کی پسند بنایااس معاملے میں امین راحت چغتائی بھی ان کے ہم نوا ہیں۔''(۴)

امین راحت کی غزل فکری تسلسل اورسماجی حقائق کی غماز ہے۔

ڈاکٹرفرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

''بام اندیشہ کی غزل موجودہ عہدنا پرساں کی داستاں ہے۔اس میں فکری تسلسل اورنظریاتی محبت بھی ہےاورسماجی حقائق کا گہرااحساس بھی............دریچہ،دائرہ اوردارامین راحت کی غزل کی بنیادی علامتیں ہیں۔''(۵)

گویاہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ امین راحت زندگی اوراس کی حقیقتوں سےخواہ وہ معاشرتی وسماجی،معاشی وسیاسی یاملکی مسائل سے متعلق ہوں بہت وسیع وعمیق مشاہداورتجزبہ رکھتے ہیں اوران کوخوبی سے نبھانے کا سلیقہ بھی رکھتے ہیں۔اوران کی غزل قاری کے لیے دلچسپی کا باعث ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نیاز فتح پوری (مرتبہ): بیسویں صدی میں اردو غزل: اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، طبع اوّل ۱۹۸۷ء پیش لفظ

۲۔ خواجہ زکریا ڈاکٹر پیش گفتار (مضمون) مشمولہ ''بام اندیشہ'' از امین راحت چغتائی گلریز پبلی کیشنز، راولپنڈی: طبع اول ۲۰۰۸ ص ۱۵

۳۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر ،شعری بصیرت، (مضمون) مشمولہ ''بام اندیشہ'' از امین راحت چغتائی گلریز پبلی کیشنز، راولپنڈی (فلیپ)

۴۔ خواجہ زکریا ڈاکٹر پیش گفتار (مضمون) مشمولہ ''بام اندیشہ'' از امین راحت چغتائی گلریز پبلی کیشنز، راولپنڈی: طبع اول ۲۰۰۸ ص ۲۲

۵۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر، شعری بصیرت، مشمولہ بامِ اندیشہ از امین راحت چغتائی، گلریز پبلی کیشنز، راولپنڈی: طبع اول ۲۰۰۸ (فلیپ)